اسلام میں زنا اور اس کی سزاؤں کے طرقِ تنفیذ کا ایک تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of adultery and its punishments in Islam

Altafur Rehman
Research Scholar, Department of Usool ud din, University of Karachi
Email: altafakhon1@gmail.com

Dr. Ali ur rehman
Ph.D. Arabic department, University of Peshawar / Snr Theology teacher, Elementary and Secondary Education deptt, kpk
Email: qaziali477@gmail.com

Abstract

Islam is a complete code of life, it is not only a collection of beliefs and a few acts of worship, but it also teaches about matters and punishments in case of committing other crimes. Allah Almighty has decreed. In the beginning of Islam, for committing adultery, it was ordered to keep the woman imprisoned in the house for life and to harass the man. But at the same time, it was stated that these punishments will last until Allah Almighty makes a way. It is obvious that "adultery" is the most severe sin among the major sins, and the perpetrators of this act are transgressors and transgressors according to Sharia, and if the crime is proved before the judge (by confession or witnesses), such persons But the enforcement of adultery is mandatory, if the adulterer is married, his punishment is "sing all", and if the woman is married out of wedlock, her punishment is "hundred lashes", but its implementation (and punishments) The authority of the Islamic government and the judiciary is the authority of the Islamic government and the judiciary, ordinary people do not have the authority of trial, investigation, demand of witnesses and the execution of punishment. The purpose of this punishment is to protect the purity of the Islamic society, the honor of every Muslim, And to preserve the purity of the soul and to protect the people of good lineage from the impurity of adultery.

The most severe punishment in Islamic punishments is stoning for heinous crimes such as adultery, which requires four witnesses if four male witnesses are not present or theirs. If there is a contradiction or contradiction in the testimony, the witnesses will not be able to avoid the punishment of "Haddi Qazf". This order of stoning to protect the corruption of the race and the protection of chastity is not only in the Islamic Shari'a, but it was prophesied before. This is a definitive command for the Prophets and their ummah as well, as it is such a broad chapter of the Islamic law that it is possible to prevent the crime of adultery in every age. Purpose of Punishment:

(a) To the Islamic society: The publication of prostitution, the abuse of lineage, the impurity of society, the extremes of immorality and the disrespect of families.

(b) To eradicate a serious sin like fornication and its discussion from the Islamic society. But the punishment of stoning has been a target of people's criticism since the beginning; some bold people refused to recognize the Shariah status of the punishment of stoning and declared all those traditions as untenable. Arguments are made for capital punishment. The Mu'tazila and the Khawarij have denied this order

from the beginning, and some scholars and Hadith deniers of the present era have also come up with an angle in the implementation of the "punishment of stoning" that because the modern mind is different from the culture. And under psychological factors, he feels alienated from the "punishment of the regime" and its implementation can cause psychological distance from the religion. Therefore, the implementation of the regime in the present era is against expediency. They also object. There is no explicit text in the Holy Quran that indicates the justification of stoning, therefore, these punishments are completely cruel and against human reason.
Keywords: Islam, Punishment, adultery, Stoning, Hadd, code of life

زنا کے لغوی اور شرعی تعریف:

ائمہ کرام میں سے ہر ایک اپنے اپنے فہم کے مطابق مطابق زنا کی تعریف کی ہیں۔ لغت میں "زنا الرُّ قی علی الشیءِ "[1] کسی چیز پر پیش رفت کے معنیٰ میں آتا ہے۔ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ زنا کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "وطیء مکلف طائع مشتہاۃ حالا أو ماضیاً فی القبل بلا شبہۃ ملک فی دار الاسلام" [2] دار الاسلام میں مکلف آدمی جو مجبور نہ ہو، صاحب شہوت عورت کی شرمگاہ وطی کرے اور اسے ملکیت کا شبہ نہ ہو۔ العنایۃ کے مطابق علمائے احناف زنا کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ "الوطؤ الحرام فی قبل المرأۃ الحیۃ المشتہاۃ فی حالۃ الاختیار فی دار العدل ممن التزم احکام الاسلام الخالی عن حقیقۃ الملک و حقیقۃ النکاح عن شبہتہ الملک و عن شبہۃ النکاح وعن شبہۃ الاشتباہ فی موضع الاشتباہ فی الملک والنکاح جمیعاً"

[3] یعنی زنا ایسی وطی کو کہا جاتا ہے جو حرام ہو، قابل اشتہاء اور زندہ عورت کے آگے والے حصے (شرمگاہ) میں ہو، جگہ دار العدل (دارالاسلام) ہو، اور وطی کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جو اسلام کے احکام کے پابند ہوں، وطی حقیقتِ ملک، حقیقتِ نکاح، شبہ ملک اور شبہ اشتباہ سے خالی ہو۔

مالکی فقہاء کے نزدیک: "وطء مکلف فرج آدمی لا ملک لہ فیہ باتفاق تعمداً"۔ [4] مکلف مرد کا کسی ایسی عورت سے قصداً وطی کرنا ہے جو کسی بھی طرح اسکی ملک نہ ہو۔ شافعی فقہاء کے نزدیک: ایلاج الذکر بفرج محرم لعنیہ خال من الشبہ مشتہی طبعاً۔ [5] کسی آدمی کے عضو تناسل کا کسی ایسی عورت کی شرمگاہ میں فطری شہوت سے داخل کرنا ہے جو اس کے لئے حرام ہو اور شبہ ملک سے خالی ہو۔ حنبلی فقہاء کے نزدیک: فعل الفاحشۃ فی قبل او دبر۔ [6] ایک فحش (جنسی) فعل ہے چاہے وہ سامنے شرمگاہ سے وطی ہو یا پیچھے سے لواطت۔ ظاہری فقہاء کے نزدیک: وطوطء من لا یحل النظر اِلی مجردھا مع العلم بالتحریم۔ [7] کسی عورت کے ساتھ یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کے لئے حرام ہے وطی کرنا ہے۔ دوسرے فقہاء کرام کی تعریف بھی اس کے قریب قریب ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ مقعد کی جانب سے مباشرت کو بھی زنا قرار دیتے ہیں حنابلہ اور شوافع انہی میں شامل ہیں۔

فقہائے کرام کے ان تمام تعریفات سے یہ واضح ہو گیا کہ "زنا" کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف ہے مگر اس اختلاف کے باوجود اس امر پر متفق ہیں کہ زنا "حرام وطی" Prohibited intercoune ہے اور عمداً ہے۔ گویا فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جرم زنا کے دو ارکان ہیں، وطی حرام ہو۔ وطی عمداً یعنی مجرمانہ ارادہ موجود ہو۔ اور اس میں دوسرے علماء کا بھی آپس میں اختلاف ہے۔

زنا کی شرط:

زنا کے لئے دخول شرط ہے جامع الرموز کی عبارت یوں ہے کہ "ولو لم یدخل الحشفة لم یحد لانه ملامسة"۔[8] اگر ذکر کے سر کو عورت کی شرمگاہ میں داخل نہ کرے تو حد واجب نہیں ہوتی کیونکہ وہ زنا نہیں ہے بلکہ لمس و مساس ہے۔

اقسام زانی:

شریعتِ اسلامیہ میں زنا کی تین سزائیں ہیں: ۱۔ جلد (کوڑے لگانا) ۲۔ تغریب (جلاوطن کر دینا) ۳۔ رجم (سنگسار) کوڑے اور جلاوطنی دونوں بیک وقت زانی غیر محص" کی سزائیں ہیں۔ اور سنگسار کرنا زانی محصن کی سزا ہے اور اگر دونوں زناکار غیر محصن ہوں تو انہیں کوڑے لگائے جائیں گے اور جلاوطن کیا جائے گا اور اگر دونوں محصن ہوں تو دونوں کو رجم کیا جائے گا اور اگر ایک محصن ہو اور دوسرا غیر محصن تو پہلے کو رجم کیا جائے گا اور دوسرے کو کوڑوں اور جلاوطنی کی سزا دی جائے گی۔

کوڑوں کی سزا:

شریعت نے غیر محصن زانی کو کوڑوں کی سزا دی ہے، اس سزا کی ایک ہی حد انتہا ہے اگرچہ طبعاً یہ دو حدّوں والی سزا ہے۔ کیونکہ شریعت نے سو کوڑوں کی سزا متعین اور مقرّر کر دی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگائے۔ اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔ اور یہ بھی چاہیے کہ مومنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے۔ کوڑوں کی سزا کی اساس جرم کے دواعی محرکات کو جرم سے روکنے والے محرکات سے رد کرنا ہے یہی وہ اساس ہے کہ جس کی طرف جرم اور اس کی سزا غور و تامل کے بعد ہوتی ہے۔

سورہ نور کی یہ آیت اپنے ظاہر کے لحاظ سے جن اہم پہلوؤں پر دلالت کرتی ہے، انھیں درجہ ذیل نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ ا۔ قرآن نے نفسِ زنا کی سزا بیان کرتے ہوئے مجرم کی ازدواجی حیثیت کو بھی موضوع نہیں بنایا اور زنا کی سزا مطلقاً سو کوڑے بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفسِ زنا کے ارتکاب پر ہر طرح کے زانی کو، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، بس یہی سزا دینا چاہتا ہے۔ ۲۔ نفسِ زنا کے بیان کو قرآن نے چونکہ خود موضوع بنایا ہے، اس لیے یہ سزا کسی کمی بیشی کے بغیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ جرم کی نوعیت اور اس کی سنگینی اگر تقاضا کرے تو یقیناً مجرم کو اس کے علاوہ مزید سزا بھی دی جاسکتی ہے، تاہم اگر جرم صرف زنا ہے تو قرآن کا بیان اس سزا میں کسی اضافے کو قبول نہیں کرنے سے مانع ہے۔[9]

خلاصہ کلام

شریعت نے زنا کی سزا کوڑے مارنا بلاوجہ ہی مقرّر نہیں کی ہے بلکہ اس کی بنیاد طبیعتِ انسان اس کی نفسیات اور اس کی ذھنیت پر رکھی گئی ہے۔ شریعت نے زنا کی سزا کوڑے مقرر کرکے زنا کے نفسیاتی عوامل کو اس کے متضاد نفسیاتی عوامل سے ردّ کر دیا ہے، اب اگر اس کے داعی عوامل اس کے روکنے والے عوامل پر غالب آجائیں اور زانی جرم زنا کا مرتکب ہو جائے تو سزا کی تکلیف اس لذت کو فراموش کر دے گی جو اسے زنا سے حاصل ہوئی ہے اور آئندہ وہ اس لذّت کے حصول کی فکر نہ کرے گی۔ بعض ماہرینِ قانون نے کوڑوں کی سزا کی دو اسباب کی بناء پر مخالفت کی ہیں۔ پہلا سبب جسمانی سزا سے اظہارِ تنفر۔ دوم ان کے بقول کوڑوں کی سزا احترامِ انسانیت کے منافی ہے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کوڑوں کی سزا کی خصوصیت یہ ہے اس کا رخ مجرم کی مادّی خساسیت کی طرف ہے اور جس چیز سے مجرم زیادہ ڈرتے ہیں وہ جسمانی اذیّت ہے اس لئے ان کو خوف زدہ کرنے کے لئے اس نفسیات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

کوڑے مارنے کے اصول

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے کوڑے مارنے کے دو اصول لکھا ہے ا۔ ''کوڑا اوسط درجے کا نہ ہو۔ نہ تو بالکل پرانا اور دور از کار ہو کہ ضرب کا مقصد ہی پورا نہ ہو سکے اور نہ اتنا سخت ہو کہ مجرم ہلاک ہو جائے یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔ ۲۔ اس میں گانٹھیں نہ ہوں اور نہ اس کے کسی حصے میں کوئی دھات لگی ہوئی ہو، کیونکہ اس طرح ہڈی ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے''[10]

۳۔ مجرم کے کپڑے سوائے لنگی اور پاجامے کے اتار دینے چاہئیں، عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان دو اصول کے علاوہ نیل الاوطار میں بھی چند اصول لکھے ہیں۔ ا۔ سر، چہرہ اور شرم گاہ کو چھوڑ کر سارے جسم پر کوڑے لگائے جائیں۔ ۲۔ مردوں کو کھڑا کرکے اور عورتوں کو بیٹھا کر کوڑے مارے جائیں۔ ۳۔ مجرم اگر مریض ہو تو صحتِ یاب

ہونے کاانتظار کیاجائے صحت ِیاب ہونے کے بعد اس پر حد جاری کی جائے،اگر مجرم اتنا کمزور ہو کہ ایک سو کوڑوں کی مار برداشت کرلینے کی اس میں صلاحیت نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ سو کوڑے مارتے مارتے وہ ہلاک ہوجائے گا تو اسے ہلکی ضرب لگائی جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ اسی طرح کاپیش آیاتھا کہ ایک شخص پر زنا کا جرم ثابت ہوگیاوہ بہت کمزور اور لاغر تھاتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ کھجور کی ایک ایسی شاخ لے لی جائے کہ جس میں سو شاخیں ہوں اور اسی سے ایک مرتبہ ہی اسے مار دیاجائے"۔[11]

فقہاءنے یہ بھی لکھاہے کہ حالتِ حمل میں کوڑے نہیں مارے جاسکتے ہیں،ولادت کے بعد جب عورت نفاس سے فارغ ہوجائے تووہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔

جلاوطنی کی سزا:

شریعتِ اسلامی نے زانی غیر محصن کو یہ سزا بھی دی ہے کہ کوڑوں کی سزا کے بعد ایک سال کے لئے جلاوطن کردیاجائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے کہ "نوجوان مرد وعورت کے زنا کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے"اس حدیث پر فقہائے کرام کااتفاق نہیں ہے اس لئے اس سزا میں بھی اختلاف ہے۔ شرح فتح القدیر میں ہے کہ"فابو حنیفة و اصحابه یرون أن الحدیث منسوخ او غیر مشهور وإذا اعترفوا بالتغریب فانما یعترفون به علیٰ انه تعزیر لاحد یجوز الحکم به إذا رآه الامام"۔[12] امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحابِ رائے میں یہ حدیث منسوخ ہے یاغیر مشہور ہے اور اگر جلاوطنی کی سزادرست بھی ہے تو یہ برائے تعزیر ہے،حد میں شامل نہیں ہے،بلکہ اگر امام کی رائے ہوتووہ جلاوطنی کی سزا بھی دے سکتاہے۔

اس ضمن میں احناف کااصولی استدلال یہ ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کے زانی کے لیے صرف سو کوڑوں کی سزا بیان کرنے کے حوالے بالکل واضح اور قطعی ہے اس سزا پر کوئی اضافہ کسی قطعی دلیل پر نہیں کیاجاسکتا۔ چنانچہ وہ شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا کو شہرت اور تواتر سے ثابت ہونے کی بنیاد پر قرآن مجید کے ناسخ کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں،لیکن کنوارے زانی کے لیے حدیث میں بیان ہونے والی اضافی سزا،یعنی ایک سال کی جلاوطنی کو خبرِ واحد سے ثابت ہونے کی بناء پر سزا کالازمی حصہ تسلیم نہیں کرتے۔ان کی رائے میں قرآن نے جس سزا کے بیان پر اکتفاء کی ہے،وہی اصل سزا ہے اور اس پر کوئی اضافہ کرنا قرآن کے نسخ کو مستلزم ہے جو خبرِ واحد سے نہیں کیاجاسکتا۔[13]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یری التعزیب حداء واجباً علی الرجل دون المراة"۔[14] جلاوطنی کی سزا مرد کی حد میں شامل ہے خواہ مرد ہو یاعورت۔ جو فقہاء جلاوطنی کے قائل ہیں تووہ جلاوطنی کامفہوم یہ بتاتے ہیں کہ دارالاسلام کی حدود میں زانی کو اس شہر سے جس میں اس نے زنا کیاہے دوسرے ایسے شہر میں بھیج دیا

جائے گاجو کم از کم مسافتِ قصر پر قائم ہو۔امام مالک رحمہ اللہ کی رائے:"ان یسجن الزانی فی البلدة التی اِلیھا"[15] امام مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جس شہر میں زانی کو جلاوطن کیاجائے گاتو وہاں اسے محبوس کر دیاجائے گا۔امام شافعیؒ کی رائے:"ان یراقب فی البلدة التی یغرب اِلیھا ولا یحبس اِلا اِذا خیف ھربه ورجوعه اِلی بلدة التی فیحبس"۔[16] امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جس شہر میں اسے جلاوطن کیاجائے گااس میں اس کی نگرانی بھی جائے گی اگر اس کے بھاگ جانے یا دوبارہ اپنے شہر آجانے کاخطرہ ہو تو اسے محبوس کر دیاجائے گا۔اور امام احمدؒ کی رائے:"ان لا یحبس المغرب"۔کہ جس زانی کو جلاوطن کیاجائے اسے قید نہیں کیاجائے"۔[17]

عبد القادر عودة رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ"والتغریب یعتبر عقوبة تکمیلیة بالنسبة لعقوبة الجلد وله فی نظرنا علتان:الاولیٰ:التمھید لنسیان الجریمة باسرع ما یمکن،وھذا یقتضی اِبعاد المجرم عن مسرح الجریمة،اما بقاوہ بین ظھرانی الجماعة فانه یحی ذکری الجریمة وویحول دون نسیانھا بسھولة۔الثانیة:اَن اِبعاد المجرم عن مسرح الجریمة یجنبه مضایقات کثیرة لا ان یلقاھا اِذا لم یبعد،وقد تصل ھذہ المضایقات اِلی حد قطع الرزق وقد لا تزید علیٰ حد المھانة والتحقیر،فالابعاد یھیء للجانی اَن یحیا من جدید حیاة کریمة۔ وظاھر مما سبق اَن التغریب واِن کان عقوبة الا اِنه شرع المصلة الجانی اولا و لصالح الجماعة ثانیاً،والمشاھد حتیٰ فی عصرنا الحال الذی انعدم فیه الحیاء ان کثیرین ممن تصیبھم معرة الزنا یھجرون موطن الجریمة مختارین لیناءوا بانفسھم عن الذلة والمھانة التی تصیبھم فی ھذاالمکان"۔[18]

جلاوطنی کی سزاکوڑوں کی سزاکی تکمیل ہے اور ہماری رائے میں اس کی دو وجہیں ہیں:جس قدر جلد ممکن ہے جرم کو بھلایاجاسکے،جس کے لئے مقامِ جرم سے مجرم کادور کرناضروری ہے کیونکہ اگر وہ اسی سوسائٹی میں رہے گاتو جُرم کی یاد تازہ ہوتے رہے گی اور لوگ اسے بھلانہ سکیں گے۔مقامِ جُرم سے اگر مرد کو ہٹادیاجائے تو وہ کئی دشواریوں اور مشکلات سے محفوظ رہ سکتاہے مثلاًاسی شہر میں رہتے ہوئے اسے حصول رزق میں دشواری اور ذلت وبے عزتی کاسامنا کرناپڑے گا کہ جس کی وجہ سے وہ فاسق اور فاجر ہوکر زندگی گزارے گاجو کسی بھی صورت میں عام شہری کے لئے مناسب نہیں ہے،دوسری جگہ جانے کاایک فائدہ یہ بھی ہوگاکہ نئے سِرے سے زندگی گزارے گااور اس کو نئی عزت بھی ملے گی۔

بہر کیف عبد القادر عودہ رحمہ اللہ نے بہترین توجیہ کی ہے لیکن مذکورہ بالا دوسرے تمام فقہائے کرام کی تعریفات سے یہ معلوم ہوگیاکہ جلاوطن کرنافی نفسہ زناکی مستقل اور باقاعدہ سزانہیں ہے،بلکہ اسے جُرم کی نوعیت اور حالات کی مناسبت کے لحاظ سے اصل سزاکے ساتھ تعزیری طور پر شامل کیاجاسکتاہے،اور اسی حکمت ومصلحت کا تقاضایہ ہے کہ اگر مجرم کو جلاوطن کرنے میں بہتری کے بجائے فساد کاخدشہ ہو تو اسے جلاوطن نہ کیاجائے۔

سزائے رجم:

زانی محصن خواہ مرد ہو یا عورت اس کی سزا رجم ہے، رجم کے معنیٰ پتھروں سے قتل کرنا ہیں، رجم کے بارے قرآن مجید میں کوئی آیت موجود نہیں ہے، اس لئے خوارج نے سزائے رجم کا انکار کیا ہے، اور ان کا مسلک یہ ہے کہ محصن اور غیر محصن زانی کی سزا ایک ہی سزا ہے خوارج کے علاوہ تمام امت کے نزدیک سزائے رجم پر اجماع ہو چکا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجم کا حکم فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے تمام صحابہ کرامؓ نے اس پر اجماع کیا ہے، اس باب میں مشہور یہ ہے کہ "لا یحل دم امریء مسلم بِاحدی ثلاث:کفر بعد ایمان،وزنا بعد احصان،وقتل نفس بغیر نفس"۔ کسی مسلمان کا خون ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات سے ہوتا ہے، ایمان کے بعد کفر، احصان کے بعد زنا اور کسی کو بلاوجہ قتل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماعز اور غامدیہ اور نوکر سے زنا کرنے والی کے رجم کا حکم صادر فرمایا۔ اس لحاظ سے رجم سنت قولی اور سنت فعلی دونوں سے ثابت ہے۔

رجم کی سزا کی اساس بھی وہی ہے جو زانی غیر محصن کے لئے سزائے جلد کی ہے البتہ احصان (شادی شادہ ہونے) کی بناء پر محصن کی سزا میں سختی کی گئی ہے کیونکہ احصان بالعموم آدمی کے ذہن سے زنا کی سوچ ختم کر دیتا ہے۔ اگر احصان (شادی) کے بعد بھی کوئی شخص زنا کے بارے میں سوچے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ لذتِ حرام کی خواہش اس میں بہت زیادہ ہے اور اس لذت کے حصول کے لئے اس میں زبردست اندفاع موجود ہے اس لئے ضروری ہوا کہ ایسی سزا مقرر کی جائے کہ جس میں المناک اور شدّت عذاب اس قدر ہو کہ اس کے بالمقابل اگر وہ اس لذتِ حرام اور اس کے ساتھ اس کی سزا پر غور کرے تو سزا کا خوف اس لذّت پر غالب آ جائے۔

سزائے رجم کا سنت سے اثبات

روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہونے کی بنیاد پر زانی کی سزا میں فرق کیا اور قرآن کی بیان کردہ سزا کے علاوہ کنوارے زانی کے لیے ایک سال کی جلاوطنی جبکہ شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی اضافی سزا مقرر فرمائی۔ اس ضمن میں روایات دو طرح کی ہیں: ایک وہ جن میں شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا قولی حکم مذکور ہے اور دوسری وہ جن میں مختلف مقدمات کے حوالے سے بعض مجرموں کو عملاً رجم کی سزا دینے کا ذکر ہوا ہے۔

رجم کا حکم قرآن میں نازل ہونے کی روایات سیدنا عمر کے علاوہ ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں اور ان میں یہ آیت "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموہما البتة' (بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو ان کو لازماً سنگ سار کر دو) کے الفاظ میں نقل ہوئی ہے[19]

نماز کے لئے جانے والی خاتون کا واقعہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ مروی ہے کہ ایک عورت نماز کے لئے جا رہی تھی ایک شخص نے زبردستی اس کے ساتھ بدکاری کی، عورت کے واویلا کرنے پر کچھ لوگوں نے ایک شخص کو پکڑ لیا جبکہ وہ مجرم نہ تھا، عورت چونکہ اندھرے میں صحیح طور سے پہچان نہ سکی تھی۔ اس لئے اسی کو مجرم سمجھی۔ جب اس بے گناہ پر سزا جاری کا وقت آیا تو اصل مجرم نے خوفِ خدا کو مد نظر رکھتے ہوئے خود کو سزا کے لئے پیش کر دیا اور جرم کا اقرار کر لیا۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے فرمایا جا اللہ نے تیری بخش کر دی۔ اور پہلے آدمی کے بارے میں بھی اچھے الفاظ فرمائے اور مجرم کو رجم کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اہلِ مدینہ ایسی توبہ کر لیتے تو ان سے قبول کر لی جاتی۔[20]

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا رجم کے بارے میں جواب

جب رجم کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے رجم پر یہ اعتراض کیا کہ اس کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں ہے تو حضرتؒ نے بہت پیارا جواب دیا، حضرتؒ نے فرمایا پھر رکعات نماز کی تعداد اور زکواۃ کی مقداریں کہاں سے ثابت ہوئیں؟ انہوں نے کہا کہ حضور اور مسلمانوں کے عمل سے۔ تو حضرت نے فرمایا "رجم بھی اسی طرح ثابت ہوا ہے"[21]

رجم پر مسلمانوں کا اجماع:

علماء کا اجماع ہے اس پر کہ زانی البکر کو سو درے لگائے جائیں گے اور محصن کو رجم کیا جائے گا اور اس مسئلہ پر اہل قبلہ میں کسی نے اختلاف نہیں کیا مگر وہ جو قاضی عیاض نے حکایت کی ہے خوارج کی۔ رجم ایک ایسی سزا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لیکر آج تک اس امّت کے علماء میں اجماعی طور پر چلی آ رہی ہے چند خارجیوں کی وجہ سے اسے منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ ابن الرشد القرطبی لکھتے ہیں کہ "فامّا الثیب الاحرار المحصنون فانّ المسلمین اجمعوا علیٰ ان حدّھم الرجم الا فرقة من اهل الاهواء فانهم رأوا انّ حدّ کل زان الجلد وانما صار الجمهور للرجم لثبوت احادیث الرجم فخصّصوا الکتاب بالسنة اعنی قوله تعالیٰ الزانیة والزّانی"[22] آزاد شادی شدہ محصن کے متعلق سارے مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان کی سزا رجم ہے سوائے خواہشات کے بندے ایک قلیل جماعت کے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ ہر زانی کی سزا کوڑے لگانا ہے جمہور نے رجم کو اس لئے اختیار کیا کیونکہ رجم کی احادیث ثبوت کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں ان حضرات نے یعنی آیت کریمہ الزانیۃ والزانی کی حدیث سے تخصیص کر لی۔

شیخ کمال ابن الھمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "علیه اجماع الصحابة و من تقدم من علماء المسلمین وانکار الخوارج الرجم باطل لانهم انکروا حجیة اجماع الصحابة فجهل مرکب بالدلیل بل هو اجماع قطعی وان انکروا وقوعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم لانکارهم حجیة خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدلیل لیس مما نحن فیه لان ثبوت الرجم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم متواتر المعنی کشجاعة علی وجود حاتم والآد فی تفاصیل صوره و خصوصیاته اما اصل الرحیم فلا شک فیه۔[23]

رجم پر صحابہ کرامؓ اور علماء کا اجماع ہے،خوارج کا رجم کا انکار باطل ہے کیونکہ اگر وہ اجماع صحابہ کی حجیت کا انکار کریں تو وہ ایک دلیل قطعی کے ساتھ جہل مرکب ہے کیونکہ صحابہ کا اجماع،اجماع قطعی ہے اور اگر وہ اس بات کا انکار کریں کہ رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیونکہ وہ خبر واحد کی حجیت کا انکار کرتے ہیں تو ان کی یہ بات دلیل سے باطل ہونے کے بعد خبر واحد سے نہیں کیونکہ رجم کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیؓ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کی طرح متواتر ہے رجم کی تفاصیل اور جزئیات خبر واحد سے سے ثابت ہیں البتہ نفس رجم میں کوئی شبہ نہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں"واجمع العلماء علیٰ وجوب جلد الزانی البکر مائیة ورجم المحصن وهو الثیب ولم یخالف فی هذا احد من اهل القبلة الا ما حکی القاضی وغیره من الخوارج"[24]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرام، تابعین، ائمہ عظام اور علماء امت سب کا اجماع ہے کہ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا تا آنکہ وہ مر جائے، خوارج کا انکار باطل ہے کیونکہ اگر وہ صحابہ کے اجماع کا انکار کریں تو وہ یقیناً جہل مرکب ہ،اور اگر وہ رجم کا انکار اس بناء پر کرتے ہیں کیونکہ وہ خبر واحد کا انکار کرتے ہیں تو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ رجم کا ثبوت تواتر معنیٰ سے ثابت ہے اور یہ لوگ بھی تواتر معنوی کو تواتر لفظی کی طرح حجّت سمجھتے ہیں جس طرح کہ عام مسلمان سمجھتے ہیں لیکن صحابہ کرام سے ان کے انحراف اور علماء وراویان حدیث کے پاس ان کے کمّ نے جانے ان کو بہت سی گمراہیوں میں ڈال دیا ای لئے خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز کے سامنے ان لوگوں نے جب یہ کہا کہ یہ رجم کتاب اللہ میں نہیں ہے خوارج نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور مسلمانوں کے وارث سے ثابت ہے خلیفہ راشد نے فرمایا کہ رجم بھی اس طرح ہے ۔[25]

مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "کتکفیر الخوارج بابطال الرجم للزانی والزانیة المحصنین فانه مجمع علیه،صار معلوماً من الدین بالضرورة"۔[26]

رجم چونکہ متفق علیہ ہے لہٰذا ضروریاتِ دین میں داخل ہے اسی لئے شادی شدہ مرد و عورت زانی کی سزا رجم کا انکار کی وجہ سے خوارج کی تکفیر کی جاتی ہے۔شادی شدہ زانی کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ زانی کے لئے جلد کی

سزا قرآن کریم میں نازل ہوئی۔ جلد کی سزا سورہ نور میں نازل ہوئی۔ سورہ نور کا زمانہ نزول ۵ ہجری کے بعد کا ہے اس کے لئے قرینہ واضحہ موجود ہے کہ واقعہ افک محدثین و مورخین کے قول صحیح کے مطابق "غزوہ مریسیع میں پیش آیا تھا اور یہ غزوہ ۵ ھجری یا اس کے بعد کا ہے۔[27] شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ "اس قدر سننا چاہیے کہ بعض وقت ہول و خوف مضمون اس وحی کا مقتضی ہوتا ہے کہ بار بار کان کان اس کو نہ سنے جیسے کہ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما یعنی شادی شدہ مرد اور عورت جس وقت زنا کریں پس سنگسار کرو تم ان کو کہ اس میں بیان سخت تر عذاب کا ہے"[28]

مصنف عبد الرزاق میں موجود ہے۔"ان امرأة جاءت الی علی فقالت ان زوجها وقع علی جاریتها فقال ان تکونی صادقه نرجمه"[29] ایک عورت حضرت علیؓ کی خدمت میں آئی اور شکایت کی کہ اس کے شوہر نے اس کی لونڈی کے ساتھ بدکاری کی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو ہم اسے رجم کریں گے۔ ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ "اتفقوا اذا زنی کما ذکرنا وکان قد تزوج قبل ذلک وھو بالغ مسلم حر عاقل حرة مسلمة بالغة نکاحاً صحیحاًووطئها"۔[30]

تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص بدکاری کا ارتکاب کرے اسی طریقہ سے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس سے قبل وہ نکاح کر چکا ہو اور وہ بالغ مسلمان آزاد ہو کسی آزاد مسلم بالغہ عورت سے نکاح صحیح اور اس سے ہمبستری بھی کرلے تو اس پر رجم ہے۔ ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں" واتفق فقهاء الامصار علی ان المحصن یرجم ولا یجلد"فقہائے امصار اس امر پر متفق ہیں کہ محصن کی سزا رجم ہے اور جلد نہیں ہے۔

نیز لکھتے ہیں"وقد ثبت الرجم بالسنة المستفیضه و عمل به بعد الرسول خلفاء الاسلام ابو بکر و عمر و علی ومن الصحابة جابر و ابو هریرة و بریدة الاسلمی و زید بن خالد"[31]

حد رجم سنت مشہورہ سے ثابت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، علی المرتضیٰؓ اور صحابہ کرام میں سے حضرت جابرؓ، ابو ھریرہؓ، بریدہ اسلمیؓ نے اسی کے مطابق عمل کیا۔ شیخ ابن ھمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ثبوت الرجم عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم متواتر المعنی کشجاعة علیٰ وجود حاتم۔والآ حاد فی تفاصیل صوره و خصوصیاته واما اصل الرجم فلا شک فیه"۔[32]

جس طرح شجاعت علی اور جُود حاتم کے واقعات متواتر ہیں۔ اسی طرح رجم کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنیٰ ہے، اگرچہ ایک ایک واقعہ کی تفصیلات خبر واحد ہوں۔ مگر اصل رجم بلا شک وشبہ ثابت ہے۔

امام محمدؒ(باب الرجم) میں رجم کی آحادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:قال محمد و بهذا كله ناخذ۔ایما رجل رجل حر مسلم زنیٰ بامرأۃ وقد تزوج قبل ذلک حرّۃ مسلمۃ و جامعها ففیه الرجم۔وهذا هو المحصن۔۔وهذا قول ابی حنیفۃؒ و العامۃ من فقهائنا"۔[33]

ہم ان تمام آحادیث پر عمل کرتے ہیں جس آزاد مسلمان آدمی نے کسی عورت سے زنا کیا ہو۔اور وہ اس سے پہلے کسی آزاد مسلمان عورت سے شادی کر کے اس سے صحبت کر چکا تھا۔تو اس پر رجم ہے۔اور یہی محصن ہے (جس کی حد رجم ہے) اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور ہمارے تمام فقہاء کا قول ہے۔علامہ المرغینانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "واذا وجن الحد وکان الزانی محصنا رجمه بالحجارۃ حتیٰ یموت وعلیٰ هذا اجماع الصحابۃ"[34]اور جب حد واجب ہو جائے اور زانی شادی شدہ ہو تو اس کو سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مر جائے اور اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے۔شیخ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ "علیه اجماع الصحابۃ و من تقدم من علماء المسلمین"۔[35]حد رجم پر صحابہؓ کا اور تمام پیش رو علماء اسلام کا اجماع ہے۔المغنیٰ میں ہے کہ "وجوب الرجم علی الزانی المحصن رجلاً کان او امرأۃ،وهذ قول عامۃ اهل العلمم اهل العلم من الصحابۃ والتابعین ومن بعدهم من علماء الامصار فی جمیع الاعصار والا نعلم فیه مخالفاً الا الخوارج"[36]۔شادی شدہ زانی پر خواہ مرد ہو یا عورت رجم کا واجب ہونا عام اہل علم کا قول ہے یعنی صحابہ تابعین اور ان کے بعد تمام زمانوں کے اور تمام ملکوں کے اہل علم کا۔اور اس مسئلہ میں خارجیوں کے سوا کسی کی مخالفت ہمیں معلوم نہیں۔امام ابو محمد علی ابن حزم الظاہری "المحلی" میں لکھتے ہیں:[37] تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ آزاد مرد یا عورت جب زنا کے مرتکب ہوں اور وہ شادی شدہ نہ ہو تو ان کی حدّ سو کوڑے ہیں، پھر تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آزاد مرد و عورت جب زنا کے مرتکب ہوں۔اور وہ شادی شدہ محصن ہو تو ان پر رجم ہے یہاں تک وہ مر جائیں،اس اجماع سے وہ لوگ خارج ہیں کہ جن کا بالاتفاق کوئی اعتبار نہیں اور جو ہمارے نزدیک مسلمان ہی نہیں۔علامہ ابن رُشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فامّا الثیّب الاحرار المحصنون فان المسلمین اجمعوا علیٰ انّ حدّ هم الرجم الافرقۃ من اهل الاهواء"لیکن شادی آزاد مسلمان (اگر زنا کے مرتکب ہوں) تو تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ان کی حدّ رجم ہے سوائے ایک گمراہ فرقے کے۔علامہ عبد الوھاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ " اتفق الائمۃ علیٰ ان الزنا فاحشۃ عظیمۃ توجب الحدّ وانه یختلف باختلاف الزناۃ۔لان الزانی تارۃ تکون بکراً و تارۃ ثیبا وهو المحصن"[38]

تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ زنا بدترین بے حیائی ہے جو موجبِ حدّ ہے۔اور یہ حد زانیوں کے اعتبار سے مختلف ہے،کیونکہ زانی کبھی غیر شادی شدہ ہوتا ہے اور کبھی شادی شدہ محصن ہوتا ہے۔عبد الرحمٰن الجزیریؒ کی

رائے علامہ عبدالرحمن الجزیریؒ لکھتے ہیں کہ "اتفق الائمه علیٰ ان من کملت فیہا شروط الاحصان ثم زنا بامراۃ قد کملت فیہا شروط الاحصان یجب علیٰ کل واحد منہما الرجم حتیٰ یموت بقول الرسول صلی اللہ علیه وسلم الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البته نکالا من اللہ" [39] تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس میں شرائط احصان مکمل ہوں اور اس کے بعد اس نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا جس میں شرائط احصان موجود تھے اس طرح پر کہ وہ آزاد تھی۔ عاقل اور بالغ تھی اور نکاح صحیح میں مدخول بہا اور مسلمہ تھی تو یہ دونوں زانی محصن ٹھہرے اور ہر ایک کے سنگ ساری کی سزا ہے یہاں تک کہ یہ مرجائیں اس قول نبی علیہ السلام کی رو سے جس میں نبی علیہ السلام نے اس آیت کا ذکر فرمایا، الشیخ والشیخۃ!الخ

نتائج بحث:

ا۔"زنا" کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف ہے مگر اس اختلاف کے باوجود اس امر پر متفق ہیں کہ زنا "حرام وطی" Prohibited intercoune ہے اور عمداً ہے۔ گویا فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جرم زنا کے دو ارکان ہیں، وطی حرام ہو۔ وطی عمداً یعنی مجرمانہ ارادہ موجود ہو۔

۲۔ شریعتِ اسلامی نے زانی غیر محصن کو یہ سزا بھی دی ہے کہ کوڑوں کی سزا کے بعد ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "نوجوان مرد و عورت کے زنا کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔

۳۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ آزاد مرد یا عورت جب زنا کے مرتکب ہوں اور وہ شادی شدہ نہ ہو تو ان کی حدّ سو کوڑے ہیں، پھر تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آزاد مرد و عورت جب زنا کے مرتکب ہوں۔ اور وہ شادی شدہ محصن ہو تو ان پر رجم ہے یہاں تک وہ مرجائیں، اس اجماع سے وہ لوگ خارج ہیں کہ جن کا بالاتفاق کوئی اعتبار نہیں اور جو ہمارے نزدیک مسلمان ہی نہیں۔

حوالہ جات

[1]۔ زین العابدین محمد بن تاج العارفین، التوقیف علیٰ مہمات التعاریف، عالم الکتب، القاہرہ، ۱۴۰۱ھ ج ا ص، ۱۸

[2]۔ کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف ابن الھمام، فتح القدیر شرح الھدایۃ (پاکستان: المکتبۃ الرشیدیہ)، ۵/۷/۲۴۷۔

[3] محمود العینی الحنفی، البنایہ شرح الہدایہ (دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ) ج ۴، ص ۱۳۸۔

[4]۔ شرح الزرقانی، ج۸، ص۷۴

[5]۔ شمس الدین محمد بن ابی العباس احمد بن حمزہ ابن شھاب الدین الرملی الشافعی، نہایۃ المحتاج للرملی، ۱۰۰۴ھ دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ج۷، ص۴۰۶

[6]۔ منصور بن یونس بن ادریس البھوتی عالم الکتب، کشاف القناع علی متن الاقناع(۱۴۰۳ھ)ج۴/۲۵۰۔

[7]۔ المحلی، ج۱۱، ص۲۲۹

[8]۔ محمد بن حسام الدین القہستانی الحنفی، جامع الرموز، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲۰۰۴ء ص۲۲۴

[9] محمد عمار خان ناصر، حدود و تعزیرات: چند اہم مباحث، المورد لاہور، ۲۰۰۸ء ص۱۳۶

[10]۔ الشوکانی محمد بن علی، نیل الاوطار، ج۷ ص۲۸

[11]۔ نیل الاوطار ج۷ ص۲۸

[12]۔ شرح فتح القدیر ج۴، ص۱۳۴

[13]۔ محمد عمار خان ناصر، حدود و تعزیرات: چند اہم مباحث، المودر لاہور، ۲۰۰۸ء ص۱۳۹

[14]۔ شرح الزرقانی، ج۸، ص۸۳

[15]۔ ایضاً

[16]۔ اسنیٰ المطالب ج۴ ص، ۱۳۰

[17]۔ ایضاً

[18]۔ التشریع الجنائی الاسلامی ج۱ ص۶۴۰

[19]۔ امام احمد بن حنبل، مسند احمد: ۲۷۶، ۲، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۹ ص۳۰۳

[20]۔ امام حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، جامع الترمذی، مکتبۃ البشریٰ، ۱۴۴۳ھ ص۲۹۳

[21]۔ ابن الہمام: فتح القدیر ج۴ ص۱۲۲ بولاق ۱۴۱۶ھ ص۱۷

[22] ابنِ رشد، بدایۃ المجتھد۔ دار التذکیر، ۲۰۱۲ء ج۲، ص۴۳۵

[23]، المرغینانی، شیخ الاسلام برھان الدین ابو الحسن ابو بکر الھدایۃ، پاکستان، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، ج۵ ص۱۳

[24] علامہ محیی الدین ابی زکریا، حاشیۃ النواوی علیٰ صحیح مسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج۲ ص۶۵

[25]۔ علامہ آلوسی، روح المعانی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ج۱۰ ص۸۹

[26]۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری، اکفار الملحدین، مکتبہ لدھیانوی، ۲۰۲۳ء ص۵۸

[27]۔ محمد شفیع، رجم کی شرعی حیثیت ماہنامہ بینات ۱۴۰۱ھ ص۲۶

[28]۔شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، تفسیر عزیزی، ایچ ایم سعید کمپنی (س ن) ص ۶۸

[29]۔ مصنف عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی، دار التفاصیل، ۱۴۲۷ھ، ج۷، ص ۳۰۰

[30]۔حافظ ابنِ حزم الظاھری، مراتب الاجماع، دار ابنِ حزم، ۱۴۱۹ھ ص ۱۹۸

[31]۔ابوحیان: تفسیر البحر المحیط، دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۳ھ ج۶، ص ۴۲۸

[32]۔ابن الھمام، (کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الھمام) فتح القدیر شرح الھدایۃ، ، المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ پاکستان، ج۵، ص ۱۳

[33]۔موطاء ص ۳۰۵

[34]۔المرغینانی، شیخ الاسلام برھان الدین ابوالحسن ابوبکر، الھدایۃ، پاکستان، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، ج۵ ص، ۱۲

[35]۔ایضاً

[36]۔ابنِ قدامہ، المغنیٰ، مکتبۃ القاھرۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۸ھ ج۷، ص ۱۵۷

[37]امام ابنِ حزم، المحلی، دار الدعوۃ السلفیہ لاہور، ۱۹۹۰ء ج۱۱، ص ۲۳۱

[38]۔عبد الوھاب الشعرانی، المیزان الکبریٰ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۲۵ء ص ۱۴۷

[39]۔الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۵۹ مطبوعہ دار الفکر